نقطۂ نظر

پروفیسر ڈاکٹر سیّد
رضوان علی ندوی

خجندہ، خجند اور خوقند، ترکمانستان یا ترکمنستان - ایک تنقیدی جائزہ

[محترم پروفیسر ڈاکٹر سیّد رضوان علی ندوی صاحب کا یہ مضمون دراصل ان کے ایک طویل مکتوب پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے ادارے کی طرف سے بعض شخصیات اور شہروں کے نام، بقول ان کے، غلط لکھنے پر باز پرس کی ہے۔ مکتوب کی طوالت کے پیشِ نظر اور بعض قابلِ قدر معلومات کا حامل ہونے کی بناء پر ہم اس کا مکمل متن، ایک مضمون کے طور پر، شائع کر رہے ہیں۔ آخر میں مکتوب میں اٹھائے جانے والے نکات سے متعلق ادارے کی رائے بھی شامل کر دی گئی ہے۔ مدیر]

وسطی ایشیا کے مسلمان (جولائی - اگست ۱۹۹۴ء) میں "خجند" - "ترکمنستان" - اور "ابن العربی" سے متعلق میری تصحیحات کے جواب میں ادارے نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ خجند اور خجندہ دونوں درست ہیں، اور اسی طرح باقی دو نام۔ میں نے مجادلہ سے بچتے ہوئے اس کا جواب نہیں لکھا۔ لیکن اب نومبر - دسمبر ۹۴ء کے شمارے میں چودھری بشیر احمد صاحب نے خجند اور خوقند کو ایک سمجھنے کی فروگزاشت پر جو نوٹ لکھا ہے، اس کو پڑھ کر دوبارہ اس پر لکھنے کی تحریک ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے ایک معاصر سعودی مصنف ڈاکٹر محمد علی البار کے تتبع میں خجندہ کو ہی خوقند لکھا تھا۔ جدّہ کے یہ میڈیکل ڈاکٹر ایک باعمل اور غیور مسلمان ہیں۔ انہوں نے اس صدی کی ساتویں دہائی میں وسطی ایشیا کا سفر کیا تھا اور پھر بڑی محنت کے ساتھ اور کافی کتب کے مطالعہ کے بعد عربی میں ایک کتاب "المسلمون فی الاتحاد السوفیتی عبر التاریخ" لکھی۔ دو جلدوں میں یہ کتاب دار الشروق۔ جدّہ سے ۱۹۸۳ء میں چھپی ہے۔ اس میں انہوں نے وسطی ایشیا کے مختلف ملکوں اور شہروں پر تاریخی سیاسی، جغرافیائی اور اقتصادی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے، اور ان سینکڑوں علماء کا ذکر کیا ہے جو مختلف ادوار میں وسطی ایشیا کے مختلف مناطق میں مشہور ہوئے۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے ہر جگہ خجندہ اور خوقند کو ایک ہی ذکر کیا ہے۔ اور یہ بیسیوں مقامات پر ہے (ملاحظہ ہو فہرس الامکنۃ والمواضع ج ۲ ص ۷۵۳ - ۷۵۴، اور خاص طور پر ج ۲ ص ۵۴۰)

اب چودھری بشیر احمد صاحب کے مراسلے اور ادارے کے جواب کی روشنی میں جب میں نے دوبارہ اس موضوع پر توجہ دی، تو اپنے اس معاصر عربی ماخذ کی بات غلط نظر آ گئی جس پر میں نے پہلے اعتماد کیا تھا، مگر یہ موضوع ہے تفصیل طلب، اور مندرجہ ذیل نقاط قابلِ غور ہیں۔

۱۔ وسطی ایشیا اور خاص طور پر بلاد ماوراءالنہر یا ترکستان سے آگاہی ہمیں سب سے پہلے ان عربی مآخذ سے ہی ہوئی جو اسلامی فتوحات کی تاریخ اور دنیا، خاص طور پر خلافت عباسی کے زیرِ نگیں ممالک، کے جغرافیہ پر تیسری اور چوتھی صدی میں لکھی گئیں۔ "المسالک والممالک" کے نام سے یہ کتابیں بنیادی طور پر پایۂ تخت خلافت کے محکمہ ڈاک و انٹیلیجنس (البرید) کی ضروریات پوری کرنے کے لیے لکھی گئیں تھیں۔ ان میں سینکڑوں شہروں اور گاؤں کے نام ان کے مختلف راستوں اور فاصلوں کا بڑا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں قدیم ترین کتاب ابن خرداذبہ کی "المسالک والممالک" ہے، جو اس نے پہلی بار سن ۲۳۲ھ اور پھر اس کا دوسرا مسودہ، ڈچ مستشرق دی خویہ کے مطابق، سن ۲۷۲ھ میں لکھا۔ اس کتاب میں اس نے "خجندہ" کا ذکر تو متعدّد مرتبہ کیا ہے (ملاحظہ ہو فہرس الاعلام) لیکن خوقند کا ذکر کہیں نہیں کیا ہے۔ یاد رہے کہ ابن خرداذبہ محکمہ ڈاک وانٹیلیجنس کا انچارج اور دیگر اعلیٰ عہدوں پر فائز رہا۔ اسی طرح اس کے ایک دوسرے معاصر مؤرخ و جغرافیہ دان ابن واضح یعقوبی (جو اپنی تاریخ کے لیے زیادہ مشہور ہے) نے اپنی کتاب "البلدان" (صفحہ ۲۹۴) میں "خجندہ" کا ذکر کیا ہے۔ لیکن خوقند کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔

اسی طرح تیسری صدی ہجری کے ایک دوسرے مشہور مؤرخ البلاذری نے اپنی انتہائی مشہور کتاب "فتوح البلدان" میں ماوراءالنہر کے دوسرے شہروں کے ساتھ "خجندہ" کی فتح کا ذکر کیا ہے، لیکن خوقند کا ذکر اس نے بھی مطلقاً نہیں کیا، جبکہ اور بہت سے دوسرے غیر معروف شہروں کی فتح کا ذکر بھی اس میں ہے۔ یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ اس شہر پر پہلا حملہ، جو یزید بن معاویہ کے زمانہ میں مسلم بن زیاد (برادر عبیداللہ بن زیاد) کے ہاتھوں ہوا، کرنے والے لشکر میں مشہور شاعر اعشیٰ ہمدان بھی تھا، جس نے یہ شعر کہے:

لیت خیلی یوم الخجندۃ تهزم و غودرت فی المکر سلیبا

تحضر الطیر مصرعی و تروحت الی الله فی الدماء خضیبا

خجندہ پر مسلم بن زیاد کی سرکردگی میں اس پہلے حملے کی ناکامی اور اسلامی لشکر کی شکست کے بعد شہر "خجندۃ" سن ۹۹ء میں یزید بن المھلب بن ابی صفرہ کے ہاتھوں فتح ہوا (فتوح البلدان ج ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۴)۔ یہ تینوں مصنفین تیسری صدی ہجری کی آٹھویں دہائی تک حیات تھے (وفات البلاذری ۲۷۹ھ، ابن خرداذبہ مابین ۲۷۲ و ۲۸۰ھ الیعقوبی ۲۸۴ھ۔ واضح رہے کہ ڈی خویہ نے پہلے ابن خرداذبہ کی تاریخ وفات جو ۳۰۰ھ لکھی ہے اب درست نہیں مانی جاتی ہے)

چوتھی صدی ہجری اسلامی جغرافیہ نویسی کے عروج کا زمانہ تھا، اس صدی میں اصطخری، ابن حوقل، البشاری المقدسی نے دور دراز کی سیاحتوں کے بعد علی الترتیب "مسالک الممالک"، "صورۃ الارض" اور "احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم" کے نام سے مختلف ملکوں اور ان کے شہروں کے بارے میں تفصیل سے کتابیں لکھیں، جو بڑی اہم معلومات کی حامل ہیں۔ یہ کتابیں اور خاص طور پر مؤخر الذکر دو کتابیں در حقیقت رسمی تواریخ کے برخلاف (جو حکمرانوں کی تواریخ ہیں) مسلم اقوام کی معاشرتی، دینی اور اقتصادی تواریخ ہیں۔

اصطخری کی کتاب مسالک الممالک میں ہم کو پہلی بار "خجندہ" کے ساتھ ایک اور شہر کا نام "خواکند" ملتا ہے، قدیم طرز کے تیار کردہ نقشہ میں بھی اس "خواکند" کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو کتاب صورۃ الارض لابن حوقل ص ۳۷۶)۔ اصطخری کا معاصر اصغر، ابن حوقل جو اصطخری سے ملا تھا اس نے بھی اپنی کتاب صورۃ الارض میں اپنے تیار کردہ ایک قدیم نقشہ میں "خجندہ" اور "خواکند" کا ذکر کیا ہے۔ لیکن جہاں ابن حوقل نے تفصیل کے ساتھ "خجندہ" کا ذکر کیا ہے کہ وہ فرغانہ سے متصل ہے، لیکن ایک علیٰحدہ تنظیمی یونٹ (Administrative Unit) ہے، وہاں خواکند کا ذکر فرغانہ کے ایک ضلع "نسیا عُلیا" کے قصبہ کی حیثیت سے کیا ہے (صورۃ الارض نقشہ ص ۳۸۴ و ٹیکسٹ ص ۴۲۱)۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ محققین کے نزدیک ابن حوقل نے در حقیقت اصطخری کی کتاب کی چوری کی ہے اور کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

ہمارے خیال میں یہی خواکند، خوقند ہے، عظیم ترین عرب جغرافیہ نویس یاقوت الرومی الحموی (وفات ۶۲۶ھ) نے اپنی کتاب معجم البلدان میں اس کا نام "خواقند" لکھا ہے، اور بتایا ہے کہ یہ فرغانہ کا ایک قصبہ ہے، جبکہ "خجندہ" کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، اور ابن الفقیہ الہمدانی کے حوالہ سے وہاں کے ایک باشندے کے دو شعر بھی نقل کیے ہیں، جن کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ اسی ساتویں صدی ہجری کے ایک دوسرے جغرافیہ نویس قزوینی نے اپنی کتاب "آثار البلاد و اخبار العباد" میں خواکند یا خوقند کا مطلق ذکر نہیں کیا، جبکہ خجندہ کا ذکر کیا ہے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں خُجندہ کے ذکر میں یہ دو شعر نقل کیے ہیں، جن سے لفظ خجندہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

ولم ار بلدۃ بازاءِ شرق
ولا غرب بانزہ من خجندہ
ہی الغراء تعجب من رآھا
وہی بالفارسیتہ دل فزندہ

قابل ذکر بات یہ ہے کہ بابر نے اپنی توزک میں اقلیم فرغانہ کے جن پانچ بڑے شہروں کا ذکر کیا ہے اس میں اندجان، اوش، مرغینان اور اسفرہ کے ساتھ "خجند" کا بھی ذکر کیا ہے (یہاں ہم کو خجندہ اب

خُجند کے نام سے ملتا ہے)، لیکن کہیں بھی خوقند کا ذکر نہیں کیا ہے، حالانکہ فرغانہ کے دیگر چھوٹے شہروں کا ذکر بھی اس کی لڑائیوں کے ضمن میں آیا ہے۔

ہم نے جو بات اوپر خواکند (خواقند) کے سلسلہ میں کی تھی اس کی تصدیق بیسویں صدی کے ربع اول کے مشہور انگریز مستشرق G. Le Strange کی کتاب The Lands of the Eastern Caliphate سے ہوتی ہے، جو اپنے موضوع پر ایک بے نظیر کتاب ہے، اور اس کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس میں وہ جہاں اقلیم فرغانہ کے ضمن میں مذکورہ بالاقدیم عرب جغرافیہ نویسوں کے حوالہ سے "خجندہ" کا قدرے تفصیل سے ذکر کرتا ہے، وہاں وہ خوقند کے بارے میں کہتا ہے کہ "خوقند جو عصر حدیث میں فرغانہ کا پایہ تخت ہو گیا تھا جس کی نسبت سے خانیتہ خوقند مشہور ہوئی۔ اس کا ذکر ضمناً نسیاالعُلیا کے شہر کی حیثیت سے خواکند یا خواقند کے نام سے آتا ہے" (بُلدان الخلافتہ الشرقیتہ ص ۵۳۲)۔

یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس موقعہ پر ماوراءالنہر کا جو تفصیلی نقشہ Le. Strange نے پیش کیا ہے، اس میں خوقند کسی شہر کا نہیں بلکہ علاقہ کا نام ہے، جس طرح نسیا ایک علاقے یا ضلع کا نام ہے جس طرح ہمارے ملک میں پنجاب اور سندھ علاقوں کے نام ہیں کسی شہر کے نام نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خوقند کا نام جب ہی سے مشہور ہوا جب اٹھارہویں صدی میں خانیتہ خوقند کا قیام عمل میں آیا۔ اس موقعہ پر ایک بات ادارے نے اختلافی لکھی ہے کہ خانیتہ خوقند کی بنیاد Min خاندان کے حکمران شاہرخ نے رکھی، جبکہ Central Asia in Modern times کا مصنّف ڈاکٹر ڈیونڈرا کوشک جس نے لینن یونیورسٹی، تاشقند میں تین سال گزارے اور یہ Ph.D کا مقالہ لکھا، وہ کہتا ہے کہ خانیتہ خوقند کی بنیاد Min Dynasty کے علیم خان نے رکھی جو اپنے والد نربوتا بیگ کے بعد ۹۹-۱۷۹۸ء میں خوقند کا حکمران بنا، اس کا باپ اس سے قبل فرغانہ کا "بیگ" تھا (P. 29)۔

اس طرح، جیسا تاریخ میں اکثر ہوا، ایک غیر معروف سابق چھوٹے شہر یا علاقہ کو خانیت بننے کے بعد وہ اہمیت حاصل ہوئی کہ پُرانا مشہور اور بڑا شہر اس کے تابع ایک چھوٹا شہر بن گیا اور سوویٹ روس میں ۱۹۳۶ء کے بعد اس کو دوبارہ اہمیت حاصل ہوئی جب وہ تاجیک سوویٹ جمہوریت، یعنی تاجکستان کا ایک صنعتی شہر بن گیا۔

۲۔ جولائی - اگست ۹۴ء کے شمارے میں ادارے کا اصرار تھا کہ ترکمنستان بھی ترکمانستان کی طرح صحیح املاء ہے۔ یہ ایک ناروا بات اور بے جا اصرار ہے۔ اس کے جواز کی دلیل میں ادارے نے جو حوالے دیے تھے، وہ سب وہ تھے، جو مغربی اور خاص طور پر اس کے روسی املاء یا تلفظ سے متاثر نئے ماخذ میں ہیں کہ اس کو روسی Turkmenistan یا Turkmeniya لکھتے ہیں۔ یہ ویسی ہی صورت

ہے جیسے بہت سے قدیم فارسی اور عربی اسماء کی، جن کے نام مغربی ماخذ میں غلط لکھے گئے، تو کیا ہم اس کا اتباع کریں گے؟ انگریزوں نے دہلی کو (Delhi) لکھا تو کیا ہمارے لیے اس کو دلہی لکھنا جائز ہے؟ ہرگز نہیں، یا عشق آباد کو روسیوں نے Ashkabad کر دیا تو کیا ہم کو بھی اشک آباد لکھنا چاہیے۔ بلکہ مجھ کو انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مُجلہ وسطی ایشیا کے اس آخری شمارے اور اس سے قبل دیگر شماروں میں ٹائٹل Page کے آخری اندرونی صفحہ پر وسطی ایشیا کا جو نقشہ چھپا ہے۔ اس میں یہی غلط نام "اشک آباد" چھپا ہے، اسی طرح "الماتی" اور دوشنبے" بھی روسی املاء کا تتبع ہیں صحیح نام الماآتا اور دوشنبہ ہیں، کہ اول الذکر تاتاری اور آخر الذکر فارسی الفاظ ہیں، اور ان کو اس طرح صحیح صورت میں مشہور روسی ماہر ترکیات بارتولد نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ جیسے موجودہ دور میں ترک لفظ محمد ﷺ کو لاطینی خط میں Mehmet لکھتے ہیں تو کیا ہم اُردو میں بھی اس پاک نام کو اسی طرح لکھیں گے!

جہاں تک ترکمانستان کا تعلق ہے، اس کو بارتولد اور مشہور ترکی عالم فواد کو پریلی نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اسی طرح لکھا ہے، اور اس کا یہ املاء بہت قدیم ہے۔ عباسی عہد یعنی چوتھی صدی ہجری میں محمود کاشغری نے اپنی کتاب دیوان لغات الترک میں ترکمان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کے ساتھ فارسی کا "ستان" بمعنی آباد بڑھا دیا گیا ہے جیسے افغانستان، ہندوستان وغیرہ۔ روسی املاء "ترکمنستان" میں سے آپ ستان نکال لیجیے کیا بچے گا (ترکمن)، یہ کیا لفظ ہے؟ ایک مہمل لفظ، جبکہ ترکمان کے معنی ہیں "مانند ترک" ستر سالہ روسی اثرات اور اوزبک اور دوسرے ترکی لہجات روسی خط میں لکھنے کی وجہ سے یہ نام وسطی ایشیا کے باشندوں کی زبان و قلم پر بگڑ گیا ہے۔ جیسے ان کے اور بہت سے اسلامی نام بگڑ گئے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی تصحیح کریں اور تمام اشخاص و شہروں اور علاقوں کے ناموں کو اس اصلی صورت میں لکھیں جو خود مصنفینِ وسطی ایشیا لکھتے تھے جب وہ اپنی زبان عربی رسم الخط میں لکھتے تھے۔

اسی طرح اس تازہ شمارہ نومبر - دسمبر میں صفحہ ۳۲ پر اسی لفظ خجند و خوقند پر بحث کرتے ہوئے، چینی ترکمنستان کے مشہور اسلامی شہر خُتن کا نام "خوتان" لکھا گیا ہے جو ایک افسوسناک بات ہے، خطا و ختن تو فارسی و ترکی شاعری میں مشہور شہر ہیں۔

اگر مدیر صاحب کی منطق درست ہے، تب تو انہیں خوقند کو "کوکند" لکھنا چاہیے کیونکہ روسی و انگریزی نقشوں میں یہ لفظ Kokand ہی لکھا ہے، یہی نہیں بلکہ ان کو تاشقند کو "تاشکنت" اور خجند کو "خجنت" اندیجان کو "اندزہان" اور مرغینان کو "مرغیلان" لکھنا چاہیے کہ ڈاکٹر دیوندر اکوشک کی مذکورہ بالا کتاب میں یہ نام علی الترتیب Andizhan Khujent Tashkent اور Margilan لکھے گئے ہیں۔ وہ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ایسا لکھنا غلط ہوگا، تو اسی طرح

ترکمانستان کو ترکمنستان لکھنا بھی غلط ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ وہ اپنے نقشہ میں ان غلط ناموں کو ان کی اصلی صحیح صورت میں لکھیں گے، جس کی اوپر نشاندہی کی گئی ہے۔

۳۔ گزشتہ سے پیوستہ شمارے میں مدیر مجلّہ کا ابن عربی کے ساتھ ابن العربی کی صحت پر یہ کہہ کر کہ "اُردو کتابوں میں انہیں بالعموم "ابن عربی" لکھا گیا ہے، تاہم ابن العربی بھی مل جاتا ہے" اصرار کرنا تحقیقی منہج کے خلاف بات ہے۔ میں نے اُردو کتابوں میں مطلقاً ذکر نہیں کیا تھا، میرے الفاظ تو یہ تھے "ان دونوں (محی الدین ابن عربی اور قاضی ابوبکر ابن العربی الاندلسی) کے ناموں پر عربی زبان میں کافی ابحاث ہیں اور آخری تحقیقی رائے یہی ہے کہ مشہور صوفی کا نام "ابن عربی" ہے۔ امام سیوطی نے اپنے ایک مخطوط (قلمی) رسالے تنبئتہ الغبی بتبرئتہ ابن عربی (مکتبہ ظاہریتہ دمشق نمبر ۵۲۵۸) میں اس پر بحث کی ہے، اور میں نے اپنی کتاب "Izz al - Din al - Sulami, His Life and Works" میں ابن عربی اور ان کے معاصر، فقیہ شام عزالدین السلمی المشہور بہ العزبن عبدالسلام پر بحث کرتے ہوئے، ان کو ہمیشہ "ابن عربی" لکھا ہے (ملاحظہ ہو صفحات ۴۳ - ۶۶ مطبوعہ Islamic Research Institute Islamabad 1977) انسٹیٹیوٹ کی طرف سے فہرست مضامین اور ذیلی عنوان میں "ابن العربی" اپنی طرف سے لکھ کر غلط اقدام کیا گیا تھا۔

محترم مدیر مجلّہ کی اس منطق کے مطابق کہ "تاہم اردو میں ابن العربی بھی لکھا جاتا ہے"۔ تو عُمان (عین پر پیش اور میم غیر مشدّد) کو اومان اور ابوظبی کو ابوظہبی بھی لکھنا درست ہوگا کہ اردو صحافت میں یہ دونوں نام انگریزی تحریروں پر اعتماد کرنے کے سبب اسی طرح غلط لکھے جاتے ہیں، تاہم محققین کے نزدیک یہ بات درست نہیں ہوسکتی، کہ عربی میں ان دونوں کے صحیح نام عُمان اور ابوظبی ہی ہیں۔ عُمان خلیج کے ایک ملک کا نام ہے، جبکہ عمّان، اردن کے پایۂ تخت کا نام ہے۔ اس مناسبت سے میں یہ عرض کروں گا کہ ترکمنستان کی صحت کے بارے میں جو انگریزی کے حوالے محترم مدیر مجلّہ نے شمارۂ جولائی - اگست میں دیے تھے ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ تحقیق کا تقاضا ہے کہ جن ممالک کی ثقافت کے بارے میں بحث کی جائے، اس کے لیے حوالے اُسی ملک کی زبان میں تحریر شدہ اصلی مآخذ سے دیئے جائیں۔

[مدیر کی معروضات

عربی نام مغربی زبانوں میں، عربی اصوات کے لیے موزوں حروف نہ ہونے کی وجہ سے، بگڑ گئے ہوں تو ان ناموں کے صحیح تلفظ کے لیے عربی مآخذ ہی کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہ بات تو درست ہے لیکن کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ترک، فارسی اور دیگر عجمی نام عربوں نے اپنی زبان کے مزاج کے مطابق بگاڑ لیے ہوں۔ آخر کار "ترکمان" جس کے معنی، بقول مکتوب نگار، "مانند ترک" ہیں، اصل میں

"ترک مانند" تھا۔ عربوں نے بھی فارسی بانوں سے اس نام کو اخذ کرتے وقت اس کے آخری دو حرف "ند" کو حذف کر دیا۔ لہذا جس طرح عربی ناموں کے سلسلے میں مغربی جغرافیہ دانوں کی اتباع جائز نہیں اسی طرح فارسی، ترک اور دیگر عجمی ناموں کے سلسلے میں عرب مؤرخین اور جغرافیہ دانوں کی اتباع بھی کسی صورت جائز نہیں ہو سکتی۔ عرب توروسیوں کو صقالبہ، جارجیا کے باشندوں کو کرج، جارجیا کے دارالحکومت تبلیسی کو تفلس، لاہور کو لھاوور، ملتان کو مولتان، آگرہ کو اجرہ، پامیر کے پہاڑی علاقہ کو قستان وغیرہ لکھتے رہے ہیں تو کیا ہم بھی ان عجمی ناموں کے سلسلے میں ان کا اتباع کریں گے؟۔

مسئلہ یہ نہیں ہے کہ عرب مؤرخین نے ترکمانستان کے باشندوں کو ترکمن لکھا ہے یا ترکمان۔ مسئلہ یہ ہے کہ خود اس علاقے کے باشندگان اپنے آپ کو کس نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ خود مکتوب نگار اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ "ستر سالہ روسی اثرات اور ازبک اور دوسرے ترکی لہجات روسی خط میں لکھنے کی وجہ سے یہ نام [ترکمن] وسطی ایشیا کے باشندوں کی زبان و قلم پر بگڑ گیا ہے"، خود یہاں کے باشندے موجودہ دور میں اپنے آپ کو ترکمن کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں اس دلیل میں، ہمارے نزدیک، کوئی وزن نہیں ہے کہ ایسا روسیوں کے زیر اثر ہوا ہے۔ آخر پشاور کا بھی اصل نام کشن عہد میں، جب یہاں بدھ مت کا چرچا تھا، پوروشاپورہ تھا[۱]۔ لیکن آج ہم اسے مسلم عہد کے اثرات کے تحت پشاور ہی کے نام سے جانتے اور لکھتے ہیں۔ اگر مکتوب نگار کی دلیل مان لی جائے تو پشاور کو بھی اس کے پرانے اور [تاریخی لحاظ سے صحیح] نام سے پکارنا ضروری قرار پائے گا۔ سکول آف اورنیٹل اینڈ افریقن سٹڈیز (یونیورسٹی آف لندن) میں مطالعات وسطی ایشیا کی بنگلہ دیشی (مغربی نہیں) لیکچرار محترمہ شیریں اکنیر لفظ ترکمن پر بحث کرتے ہوئے المقدسی کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ دسویں صدی کے اواخر میں سیر دریا کے دائیں کنارے آباد ہونے والے غز قبائل کے اسلام لانے کے بعد پہلی دفعہ انہیں ترکمن (Turkmen) کہا گیا[۲]۔

ہمیں افسوس ہے کہ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" کی موجودہ سات جلدوں میں جو حروف ابجد کے لحاظ سے انگریزی کے حرف N تک کے الفاظ کا احاطہ کرتی ہیں ہم ترکمنستان کے بارے میں مشہور ترکی عالم فواد کوپریلی کے مقالہ کو تلاش نہیں کر سکے، جس کا حوالہ مکتوب نگار نے دیا ہے۔ تاہم اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں روسی نام ترکمینیہ کی تشریح قوسین میں "یا ترکمنستان" کے الفاظ سے کی گئی ہے ۳۔

خوقند، تاشقند، خجند، اندیجان اور مرغینان کے بارے میں بھی مغربی یا روسی مآخذ کی اتباع اسی صورت میں صحیح ہو گی اگر خود ان شہروں کے باشندے موجودہ دور میں ان شہروں کو ان ہی ناموں سے پکارتے ہوں۔ اور چونکہ ایسا نہیں ہے اس لیے ان ناموں کے سلسلے میں مغربی مآخذ کا اتباع صحیح نہیں ہے۔ اشک آباد، الماتی اور دوشنبے کے بارے میں البتہ یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ ان شہروں کے ناموں کو موجود دور میں خود وسطِ ایشیائی باشندے کیسے ادا کرتے ہیں۔

ابن العربی اور ابن عربی کے بارے میں ہم اپنے موقف پر قائم ہیں۔ ہمارے نزدیک خود "ابنِ عربی" کی ترکیب کا استعمال، بطور کنیت، عربی قواعد کے خلاف ہے۔ کنیت کسی فرد کی تعریف کے لیے استعمال ہوتی ہے جبکہ خود اس ترکیب میں تنکیر ہے۔ اس سلسلے میں ابحاث سے ہمیں انکار نہیں ہے لیکن ہماری رائے میں محض قاضی ابوبکر ابنِ العربی الاندلسی سے مغائرت پیدا کرنے کے لیے معروف صوفی ابوعبداللہ محی الدین ابن العربی کو "ابن عربی" کے نام سے یاد کرنا درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ہم "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" کا حوالہ نہ دیتے لیکن چونکہ فاضل مکتوب نگار نے خود ترکمنستان کے سلسلہ میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا حوالہ دیا ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ ابن العربی پر مقالہ میں A. Ates نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں محی الدین ابنِ العربی کو "ابنِ عربی" کے نام سے پکارنا غلط قرار دیا ہے[۴]۔

خوقند کے بارے میں عرض ہے کہ نہ صرف خوقند بلکہ بخارا اور خیوا تینوں بیک وقت شہروں کے بھی نام تھے اور ان سلطنتوں یا خانیتوں کے پورے پورے علاقوں کو بھی انہی کے ناموں سے پکارا جاتا تھا، جن میں یہ واقع تھے اور جن کے یہ پایہ تخت تھے۔ دراصل یہ تینوں City States کی طرز کی سلطنتیں تھیں۔ بالکل اس طرح جس طرح موجودہ دور میں کویت ایک شہر کا بھی نام ہے اور سٹیٹ کا بھی۔

خوقند خانیت کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ اس کی بنیاد مین خاندان کے پہلے حکمران شاہرخ نے رکھی تھی لیکن ہم نے ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ "اٹھارہویں صدی کے اواخر میں خوقند پر حکمرانی کرنے والے خان نار بوتا خان کے دو بیٹوں علیم خان اور عمر خان کے عہد (انیسویں صدی کے اوائل) میں خوقند خانیت ایک آزاد اور مستقل ریاست کی حیثیت سے ابھری"۔ ایک طرف توفاضل مکتوب نگار ڈاکٹر ڈیورنڈا کوشک کے حوالے سے علیم خان کو خوقند خانیت کا "بانی" قرار دیتے ہیں دوسری طرف اسی سانس میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ "جو اپنے والد نربوتا بیگ کے بعد ۹۹-۱۷۹۸ء میں خوقند کا حکمران بنا"۔ آخر جس کو حکمرانی میراث میں ملتی ہے وہ سلطنت کا بانی کیسے ہو سکتا ہے؟

عجیب بات ہے کہ ایک طرف توفاضل مکتوب نگار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ وسطی ایشیا سے متعلق تمام شخصیات اور شہروں کے نام "اس اصلی صورت میں لکھیں جو خود مصنفین وسطی ایشیا لکھتے تھے جب وہ اپنی زبان عربی رسم الخط میں لکھتے تھے" لیکن دوسری طرف وہ خود ہی تو زک بابری میں بابر کی طرف سے، جو اسی علاقے کے باشندے تھے، خجند کو خجندہ کی بجائے "خجند" لکھنے کو نظر انداز کر کے ایک عرب جغرافیہ دان یعقوب الرومی الحموی کی طرف سے اس شہر کو خجندہ لکھنے پر اس کا اصل نام خجندہ ہونے پر یوں استدلال کرتے ہیں "یاقوت نے معجم البلدان میں خجندہ کے ذکر میں یہ دو شعر نقل کیے ہیں، جن سے لفظ خجندہ کی تصدیق ہوتی ہے"۔ حالانکہ ان اشعار میں خجند کو خجندہ لکھنا دوسرے شعر کے

آخر میں آنے والی فارسی ترکیب "دل فرزند" سے قافیہ ملانے کے لیے ضرورتِ شعری کے تحت بھی ہو سکتا ہے۔ اُمید ہے فاضل مکتوب نگار [یا مضمون نگار] اپنے ان تضادات پر توجہ دیں گے۔ مدیر]

حواشی

۱۔ پروفیسر رام راحل اپنی کتاب *Modern Central Asia* [دہلی، ۱۹۷۹ء] میں لکھتے ہیں۔

The Kushan period is a landmark in the historical and cultural progress of the world, espeerally in the history of civilization of Central Asia and India, Iran. During that period more than two thousand years ago, Central Asia and North India were part of a single state. Emperor Kanishka was one of the greatest promoters of Budhism in Central Asia. He held a historic Bhuddist Council in Purushapura, his winter capital, which is known as Peshawar. P 62.

۲۔ شیریں اکینز اپنی کتاب *"The Islmic Pepoles of The Soviet Union"* [نظر ثانی شدہ اشاعت، ۱۹۸۶ء] میں لکھتی ہیں۔

"By the end of [tenth] century, those [of Oghuz Tribes] who had taken possession of the right bank of the Syr Darya had accepeted Islam. Makdisi, an Arab historian of the same period, refers to these people as 'Turkmen', the earliest use of this term." p. 314.

۳۔ جناب ادرے ج۔ احمد ترکمینیہ پر اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں "ترکمینیہ: (یا ترکمنستان) یہ ملک توران کے نشیبی خطے کے جنوبی حصے میں واقع ہے"۔ اور

"۱۹۲۴ء میں وہ علاقہ جو پہلے صوبہ ماوراۓ خزر میں شامل تھا اور بخارا و خوارزم کی عوامی سوویتی جمہوریتوں کے وہ حصے جن میں ترکمن قوموں کی اکثریت تھی، ان سب کو ملا کر ترکمنی سوویتی اشتراکی جمہوریت قائم کر دی گئی اور ۱۳ مئی ۱۹۲۵ء کو اس کا شمار ان جمہوریتوں (Constitutent Republics) میں ہو گیا جن سے یو- ایس - ایس - آر - USSR کی تشکیل ہوتی ہے اور اس طرح ترکمن جمہوریت یو-ایس -ایس-آر- کے ۹۴ء۴ فیصدی ترکمن باشندوں پر مشتمل ہو گئی"۔

۴۔ جناب اے عطس (A- Ates) اپنے مقالہ کے ابتدائی حصہ میں لکھتے ہیں۔

I-IBN AL - ARABi, MUHYI' L - DIN ABU 'ABD ALLAH MUHAMMAD B. 'ALI B. MUHAMMAD B. AL - 'ARABI AL - HATIMI AL - TA'I, known as al- Shaykh al- Akbar (560/ 1165-638/1240), was one of the greatest Sufis of Islam. He is usually referred to - incorrectly - as Ibn 'Arabi, without the article, to distinguish him from Ibn al - 'Arabi, Abu Bakr [*q.v.*]; in Tukey he is often referred to as "Muhyi 'I-Din 'Arabi"; whereas some sources (*e.g*., al-Kutubi, *Fawat al - wafayat*, Cairo 1951, ii, 487) give his *kunya* as Abu Bakr, in autograph notes he refers to himself only as Abu 'Abd Allah.